سلسلۂ تفہیم شریعت (۱)

# مسائلِ قربانی

## چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ناشر

تحفظ شریعت ٹرسٹ

TAHAFFUZ-E-SHAREEAT TRUST

+91 8686649169

Tahaffuzeshareeat

17-2-790/A/1, Phool Bagh, Rein Bazaar, Hyderabad, Telangana 500023

# عناوین بیک نظر


قربانی ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے!

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

گھر کے تمام افراد کا صرف ایک قربانی کرنا کافی نہیں!

مولانا ڈاکٹر نجیب قاسمی سنبھلی

ایام قربانی؛ تین یا چار ............؟

مفتی محمد عامر حنیف قاسمی

مرحومین کی جانب سے قربانی کرنے کا حکم

مولانا ڈاکٹر نجیب قاسمی سنبھلی

موجودہ حالات میں قربانی؛ ایک اہم مسئلے کی وضاحت

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

# قربانی ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے!

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

"ذی الحجہ" اسلامی سال کا سب سے آخری مہینہ ہے؛ جو ماہ رمضان کے بعد عظمت وفضیلت میں اپنی نمایاں شان اور منفرد شناخت رکھتا ہے، اس مہینے کا چاند نظر آتے ہی ہر مسلمان کے دل میں اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے؛ جو جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خانوادے نے پیش کی، جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز وقاصر ہے۔

"قربانی" مذہب اسلام کا ایک خصوصی وصف وشعار اور قرب خداوندی حاصل کرنے کا ایک موثر ترین ذریعہ ہے؛ یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ زندگی بھر پورے اہتمام کے ساتھ اس عبادت کو انجام دیتے رہے اور وقتاً فوقتاً اس کی ترغیب بھی فرماتے رہے۔

## قربانی کا حکم

چاروں امام اور تمام علماء کرام قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال قربانی کا خاص اہتمام کرنے پر

متفق ہیں، البتہ قربانی کو واجب یا سنت موکدہ کا نام (Title) دینے میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر صاحب حیثیت پر اس کے واجب ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔حضرت امام مالکؒ بھی قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی قربانی کے وجوب کا ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے واجب ہونے کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔البتہ فقہاء وعلماء کی دوسری جماعت نے بعض دلائل کی روشنی میں قربانی کے سنت موکدہ ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے؛ لیکن عملی اعتبار سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا اہتمام کرنا چاہئے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا غلط ہے خواہ اس کو جو بھی نام دیا جائے۔

## وجوب قربانی کے دلائل

1) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے! (الکوثر:2)

علامہ ابوبکر جصاص رازی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ نماز عید واجب ہے

اور دوسرے یہ کہ قربانی بھی واجب ہے ۔( احکام القرآن للجصاص ج3ص 419 ):

اسی طرح حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں :

"فصل لربك" سے جس طرح نماز عید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح "وانحر" سے قربانی کا واجب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ۔(اعلاء السنن ج 17،ص219)

2) عَنۡ اَبِیۡ هُریرۃ قال قال رسول اللهﷺ مَنۡ کَانَ لَهُ سِعَة فَلَمۡ یضح فَلا یقربن مُصَلانا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا : "جو استطاعت کے باوجود بھی قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے" (سنن ابن ماجہ: رقم:3123 قال العینی وأخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے ورنہ اس کے چھوڑنے پر آپ ﷺ اتنی سخت وعید نہ فرماتے۔

3) عن جُنۡدُبَ بۡنَ سُفۡیَانَ البَجَلِیَّ، قَالَ:شَهِدۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَوۡمَ النَّحۡرِ، فَقَالَ»:مَنۡ ذَبَحَ قَبۡلَ أَنۡ یُصَلِّیَ فَلۡیُعِدۡ مَکَانَهَا أُخۡرَی.....

حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے دن حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہیے کہ وہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔ (صحیح بخاری۔ باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد)

حضور اکرم ﷺ نے عید الاضحیٰ کی نماز سے قبل جانور ذبح کرنے پر دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا؛ حالانکہ اُس زمانہ میں صحابۂ کرام کے پاس مالی وسعت نہیں تھی، معلوم ہوا کہ واجب ہونے کی بناء پر ہی دوبارہ قربانی کا حکم دیا گیا، اگر سنت ہوتی تو اعادہ کا حکم نہ ہوتا۔

4) عَنْ عَامِرٍ أَبِي رَمْلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مِخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ»: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً.

ترجمہ: حضرت عامر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مخنف بن سلیم نے ہمیں بتلایا کہ عرفات کے میدان میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر سال ایک دفعہ ہر اہل خانہ پر قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔ (رواہ النسائی)

ان دلائل کے علاوہ اور بھی متعدد دلائل ہیں ؛ جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ہر وہ شخص جو متوسط گھرانے کا ہو( فقہاء کی اصطلاح میں جس پر صدقۃ الفطر واجب ہو) اس کے لئے قربانی دینا واجب ہے۔

جہاں تک ابن ماجہ اور ترمذی کے اس اثر کا تعلق ہے جو حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک بکری کی قربانی کرتے جس کو آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کرتا یہاں تک کہ لوگوں میں مفاخرت شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں وہ صورت حال ہوگئی جس کا تم مشاہدہ کررہے ہو۔تو یہ نفل قربانی پر محمول ہے اور سب لوگوں کی جانب سے قربانی کا مطلب اجر وثواب میں شریک کرنا ہے جیسا کہ مشہور روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو مینڈھوں کو ذبح کیا ان میں سے ایک اپنی واجب قربانی کے طور پر تھا اور دوسرا نفل کے طور پر( برائے ایصال ثواب) ( کمافی التعلیق المجد)۔

ورنہ اگر قربانی صرف سنت ہوتی اور پورے گھر والوں کی جانب سے ایک فرد کا قربانی کرنا کافی ہوجاتا تو پھر حضرت ابوہریرہؓ والی روایت "من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا" میں "من وجد سعة" ( جو صاحب استطاعت ہو) کا کیا مطلب؟؟؟؟

علاوہ ازیں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت میں قربانی کو

واجب قربانی بھی مان لیا جائے تو امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں واضح دلائل کے ذریعہ اس کو منسوخ ثابت کیا ہے (شرح معانی الآثار)

## قربانی کا نصاب

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا ہے، یعنی جس عاقل، بالغ، مقیم، مسلمان مرد یا عورت کی ملکیت میں عید الاضحیٰ کے تین دنوں میں (یعنی دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہ ذوالحجہ کا سورج غروب ہونے تک) کسی وقت ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ضروریاتِ اصلیہ کے علاوہ اتنی مالیت کا مال (نقدی، سونا، چاندی، مال تجارت وغیرہ کا مجموعہ) یا ضرورت سے زائد سامان (مثلاً ضرورت سے زائد گھر، زمین، پلاٹ، گاڑی، موبائل، کپڑے، برتن وغیرہ) ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر یا اس سے زائد ہو تو ایسے مرد و عورت پر قربانی واجب ہے۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ ہمیں قربانی کی اہمیت وحکمت کو سمجھنے اور اخلاص کے ساتھ اس کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

# گھر کے تمام افراد کا صرف ایک قربانی کرنا کافی نہیں!

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

اِن دنوں بعض حضرات کی طرف سے قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روح کے برخلاف کہا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے تاریخی واقعہ کی یاد میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں کی جانے والی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے بجائے پورے گھر کی جانب سے صرف ایک قربانی کردی جائے۔ یہ حضرات اپنے قول کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ بعض صحابۂ کرام اپنے گھر کی طرف سے ایک قربانی کیا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ میں قربانی کے ایام میں زیادہ سے زیادہ خون بہانا مطلوب ہے۔ اس موضوع پر چند نقاط پر روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں:

پہلی بات عرض ہے کہ بعض صحابۂ کرام کا گھر کی طرف سے قربانی کرنے کا تعلق نفلی قربانی یا قربانی کے ثواب میں دوسروں کو شریک کرنے سے ہے کیونکہ قرآن وحدیث سے قربانی کا واجب ہونا ہی معلوم

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور حکم عمومی طور پر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ سے کسی ایک سال بھی قربانی نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ قربانی کی استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ عیدگاہ کے قریب بھی نہ جائیں۔ اس نوعیت کی وعید واجب کے چھوڑنے پر ہی ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ امت کے اُن احباب کی طرف سے بھی ایک قربانی کیا کرتے تھے جو قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس سے قربانی کے ثواب میں دوسروں کو شریک کرنا ہی مراد ہے۔ اسی طرح جن احادیث میں گھر کی طرف سے ایک قربانی کا ذکر آیا ہے اُس سے قربانی کے ثواب میں دوسروں کو شریک کرنا ہی مراد ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں صرف ایک قربانی پوری امت کی طرف سے کر کے قربانی کے سلسلہ کو ختم ہی کر دیا جائے، جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

دوسری بات عرض ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ ان ایام میں بڑھ چڑھ کر قربانی میں حصہ لیا جائے کیونکہ تمام فقہاء وعلماء کرام قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال قربانی کا خاص اہتمام کرنے پر متفق ہیں اور قربانی کے

ایام میں کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے جیسا کہ پوری کائنات میں سب سے افضل حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ بذات خود نماز عید الاضحیٰ سے فراغت کے بعد قربانی فرماتے تھے، نبی اکرم ﷺ کی قربانی کرنے کا ذکر حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں ہے۔ آپ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے گھر والوں اور امت مسلمہ کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کے گھر میں کبھی کبھی پکانے کی اشیاء موجود نہ ہونے کی وجہ سے دو دو مہینے تک چولہا نہیں جلتا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی ایک دن میں دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ ﷺ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر بھی باندھے۔ حضور اکرم ﷺ پوری زندگی میں ایک بار بھی صاحب استطاعت نہیں بنے یعنی پوری زندگی میں آپ ﷺ پر ایک مرتبہ بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی، لیکن اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ ہر سال اہتمام کے ساتھ قربانی کیا کرتے تھے، نیز آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر انہیں قربانی کے ایام میں ایک دو نہیں، دس بیس نہیں سو اونٹوں کی قربانی دی، ان میں سے ۶۳ اونٹ نبی اکرم ﷺ نے

بذاتِ خود نحر (ذبح) کئے اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے نحر (ذبح) کئے۔ حج اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یاد اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اتباع میں کی جاتی ہے۔ اور دونوں کے احکام ایک ہی ہیں، یعنی جانور کی عمر وغیرہ اور حصوں میں شرکت کی تعداد کے اعتبار سے حج اور عید الاضحیٰ کی قربانی کے احکام یکساں ہیں۔ غرضیکہ ان ایام میں خون بہانا ایک اہم عبادت ہے۔

تیسری بات عرض ہے کہ جانوروں کی قربانی سے اللہ کا تقرب حاصل ہونا صرف مذہب اسلام ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی موجود ہے، اسی طرح حضور اکرم ﷺ سے قبل دیگر انبیاء کرام کی تعلیمات میں بھی قربانی کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عظیم واقعہ مشہور ومعروف ہے۔ جب قربانی سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو اس میں بڑھ چڑھ کر ہی حصہ لینا چاہئے۔

چوتھی بات عرض ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں عمومی طور پر صحابۂ کرام کے معاشی حالات بہتر نہیں تھے، نیز صحابۂ کرام کو اپنے مال کا اچھا خاصہ حصہ جہاد اور لوگوں کی مدد کے لیے بھی لگانا ہوتا تھا۔ اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ صحابۂ کرام کو قربانی میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لینے کی تعلیم دیتے تھے، حالانکہ آپ ﷺ اپنی امت پر شفقت کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں ہمیں زیادہ سے زیادہ قربانی کرنے کی ہی ترغیب دینی چاہئے۔

پانچویں بات عرض ہے کہ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صاحب استطاعت پر قربانی کے وجوب کے قول کو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ اور بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے والے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور اسی طرح علماء احناف نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر صاحب حیثیت پر اس کے وجوب کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت امام مالکؒ بھی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی قربانی کے وجوب کا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے واجب ہونے کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ "جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل" میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا موقف تحریر ہے کہ اگر کسی شہر کے سارے لوگ قربانی ترک کردیں تو ان سے قتال کیا جائے گا کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے۔

آخری بات عرض ہے کہ قربانی کا مقصد محض غریبوں کی مدد کرنا نہیں ہے جو صدقہ وخیرات سے پورا ہوجائے بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی، محض

صدقہ وخیرات کرنے سے یہ عبادت ادا نہ ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں غربت دورحاضر کی نسبت بہت زیادہ تھی، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ جانور ذبح کرنے کے بجائے غریبوں کی مدد کرتے مگر تاریخ میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا ۔اسلام نے زکوۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی بہت ترغیب دی ہے مگر قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عظیم الشان کارنامہ کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کے لئے لٹادیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بلا چوں وچرا حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے ذبح ہونے کے لئے اپنی گردن پیش کردی تھی ۔مگر اللہ تعالی نے اپنا فضل فرما کر جنت سے دنبہ بھیج دیا، اِس عظیم الشان کارنامہ پر عمل قربانی کر کے ہی ہوسکتا ہے محض صدقہ وخیرات سے اِس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی۔ نیز ۱۴۰۰ سال قبل نبی اکرم ﷺ نے اس امر کو واضح کردیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عید کے دن قربانی کا جانور (خریدنے) کے لئے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (طبرانی، دارقطنی)

اگر یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے کہ ایک گھر کی طرف سے ایک قربانی کی گنجائش ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کا جواز ہی ثابت ہوسکتا ہے، لیکن اس کی ترغیب نہیں دی جاسکتی ہے۔ترغیب اور تعلیم یہی دی جائے گی کہ قربانی کے ایام میں زیادہ سے زیادہ قربانی کی جائے کیونکہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ کو قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے، جیسا کہ سارے نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنے قول وعمل سے پوری امت کو پیغام دیا ہے۔دوسری بات عرض ہے کہ گھر کا مطلب زیادہ سے زیادہ شخص، اس کی بیوی اور اس کے غیر شادی شدہ بچے ہی مراد ہوسکتے ہیں۔شرعی اعتبار سے شادی ہونے کے بعد الگ گھر تسلیم کیا جاتا ہے خواہ ہندوستان وپاکستان کے کلچر کے مطابق سارے بھائی شادی ہونے کے باوجود ایک ہی گھر میں کیوں نہ رہ رہے ہوں۔

آخر میں عرض ہے کہ جب دلائل شرعیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قربانی واجب ہے تو ہر صاحب استطاعت کو قربانی کرنی چاہئے۔اگر ایک گھر میں ایک سے زیادہ صاحب استطاعت ہیں تو ہر صاحب استطاعت کو قربانی کرنی چاہئے۔ ہاں چند حضرات (جو صاحب استطاعت نہیں ہیں) ایک قربانی کرکے

ثواب کی نیت کرسکتے ہیں۔اسی لیے وہ صحابۂ کرام جن پر قربانی واجب نہیں ہوتی تھی، ایک قربانی کرلیا کرتے تھےاور گھر کے سارے افراد کوثواب میں شریک کرلیا کرتے تھے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی اور گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کے بعد امت مسلمہ کے ان احباب کی طرف سے بھی قربانی کرتے تھے جو قربانی نہیں کرسکتے تھے یعنی انہیں ثواب میں شریک کرلیا کرتے تھے۔

# ایام قربانی؛ تین یا چار......؟

مولانا مفتی محمد عامر حنیف قاسمی

استاذ دارالعلوم رحمانیہ

قربانی یادگار ابراہیمی کے طور پر ادا کی جانے والی ایک اہم عبادت ہے، رسول اللہ ﷺ ہر سال اپنی جانب سے اور اپنی نادار امت کی جانب سے اس فریضہ کو انجام دیا کرتے تھے، نیز احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی تاکید بھی وارد ہوئی ہے، اس بناء پر متمول حضرات کا اس سلسلہ میں کوتاہی کرنا عنداللہ باعث مواخدہ عمل ہے۔

## آمدم برسر مطلب

قربانی سے متعلق ایک اہم معرکۃ الآراء مسئلہ یہ ہے کہ ایام قربانی کتنے ہیں؟ تو اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ قربانی کا ابتدائی وقت نماز عیدالاضحیٰ کے بعد ہے، البتہ انتہائی وقت کے بارے میں ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک قربانی جائز ہے، اور حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک پوری امت کا اسی پر

تعامل بھی چلا آرہا ہے، لیکن جمہور امت سے ہٹ کر علمائے اہل حدیث کی شرذمہ قلیلہ اس بات پر کمربستہ ہے کہ ایام قربانی چار ہیں، یعنی ۱۰/ذی الحجہ کے بعد مزید تین روز تک قربانی کی جاسکتی ہے، چناں چہ مولانا وحید الزماں صاحب اپنی کتاب ''کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق'' میں رقم طراز ہیں:

ویبقی لیلا ونہارا إلی اخر ایام التشریق

(کتاب الاضحیہ: ۱۹۳)

''قربانی کا وقت ایام تشریق کے آخری دن (۱۳/ذی الحجہ) تک باقی رہتا ہے''

## دلائل جمہور پر ایک نظر

جمہور امت کے موقف پر کتب احادیث کی بے شمار روایات شاہد عدل ہیں جنہیں ہر حق پرست بسروچشم قبول کرنے پر مجبور ہے، چناں چہ ذخیرہ حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر یہ امر صادر فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین روز سے زائد نہ کھایا جائے، اور اس حکم کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ اس زمانہ میں فاقہ کشی اور قحط سالی کا دوردورہ تھا، لہٰذا اہل خیر حضرات کی قربانیوں

کے ذریعہ غریب ولاچار لوگوں کی امداد ودل بستگی کا سامان بھی ہوجائے، اس بناء پر آپ ﷺ نے یہ حکم ارشاد فرمایا۔

بخاری شریف کی روایت ہے:

عن سلمة بن الاكوع رضی اللہ عنہ قال :قال النبی ﷺ :من ضحی منكم فلا يضحی بعد ثالثة وبقی فی بيته منه شئی فلما كان العام المقبل قالوا يا رسول الله نفعل كما فعلنا العام الماضی،قال :كلوا وأطعموا وادخروا ،فان ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها

(بخاری شریف: ج:۲،ص:۸۳۵)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد ہرگز اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کا کچھ حصہ باقی رہ جائے، پھر آئندہ سال صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم گذشتہ سال ہی کی طرح امسال بھی کریں؟ تو آپ نے فرمایا: کھاؤ دوسروں کو کھلاؤ اور ذخیرہ اندوزی کرلو، کیوں کہ اس سال لوگ مشقت اور پریشانی کے عالم میں تھے اسی لئے میں نے چاہا تھا کہ تم ان کی مدد کرو"

اسی مضمون کی متعدد روایات ترمذی ۱/۲۷۷، مسلم شریف

۲/ ۱۵۸،شرح معانی الآثار ۲/ ۲۸۲ پر بھی حضرت عائشہؓ،حضرت جابرؓ،حضرت بریدہؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہیں۔

ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ابتداءً گوشت کھانے کو تین دن میں منحصر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایام قربانی تین ہی ہیں: اس لئے کہ اگر ایام تشریق ہی ایام قربانی بھی ہوتے اور چوتھے روز بھی قربانی جائز ہوتی تو پھر تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی سے ممانعت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، جب کہ موطا امام مالکؒ میں (جس کو امام شافعیؒ نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ہے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ کا ایک اثر صراحت کے ساتھ مذکور ہے:

الأضحی یومان بعد یوم الأضحی (موطا مالک ص:۱۸۸)

قربانی عیدالاضحیٰ کے بعد مزید دو روز تک کی جا سکتی ہے۔

## چار دن کے قائلین کی دلیل

جو لوگ کہتے ہیں کہ ایام قربانی چار دن ہیں تو وہ اپنی بات کو

تقویت پہنچانے کے لئے مسند احمد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جس کو خود امام احمدؒ نے ضعیف قرار دیا ہے، روایت کے الفاظ یوں ہیں :

**عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال :کل ایام التشریق ذبح.**

(مسند احمد، رقم: ۱۶۷۵۱)

ترجمہ: تمام ایام تشریق ایام قربانی ہیں۔

اس روایت سے علمائے اہل حدیث کا مدعیٰ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایام تشریق میں نویں ذی الحجہ بھی داخل ہے، اس اعتبار سے ایام قربانی ۵ / دن ہوگئے، جب کہ دعویٰ ہے کہ ایام قربانی چار دن ہیں تو دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہوئی، علاوہ ازیں ماہرین فن اصول حدیث کے نزدیک حدیث مذکور میں کئی علتیں ہیں، خود علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے :

**روی من حدیث جبیر بن مطعم وفیہ انقطاع**

(نیل الاوطار: ۵ / ۱۲۵)

کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی اس حدیث میں انقطاع

ہے۔لیکن ان سب خامیوں کے باوجود ناصر الدین البانی صاحب نے بہت بڑی خیانت کرتے ہوئے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ حدیث علمائے اہل حدیث کے مدعیٰ کو ثابت کرنے سے قاصر ہے، لہٰذا اس کو بطور استدلال پیش کرنا درست نہیں ہے۔

## حرف آخر

خلاصہ تحریر یہ کہ ایام قربانی کا تین دن میں انحصار صحیح اور صریح روایات سے ثابت ہے، جمہور امت کا اسی پر اتفاق ہے اور تعامل امت اس کا زبردست مؤید ہے، اور ایام قربانی کے چار دن تک متجاوز ہونے والی روایات دلائل کی رو سے انتہائی درجہ ضعیف ہیں۔

# مرحومین کی جانب سے قربانی کرنے کا حکم

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

## قربانی کا حکم

امت مسلمہ قرآن وحدیث کی روشنی میں قربانی کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال قربانی کا خاص اہتمام کرنے پر متفق ہے، البتہ قربانی کو واجب یا سنت مؤکدہ کا نام دینے میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ صحابہ وتابعین عظام سے استفادہ کرنے والے ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر صاحب حیثیت پر اس کے وجوب کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت امام مالکؒ بھی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی قربانی کے وجوب کا ہے۔ ہند وپاک کے علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے واجب ہونے کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ البتہ فقہاء وعلماء کی دوسری جماعت نے قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے، لیکن عملی اعتبار سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا اہتمام کرنا چاہئے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا غلط ہے خواہ اس

کو جو بھی نام دیا جائے۔ جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل" میں امام احمد بن حنبلؒ کا موقف تحریر ہے کہ اگر کسی شہر کے سارے لوگ قربانی ترک کردیں تو ان سے قتال کیا جائے گا کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے۔ قربانی کے وجوب کی رائے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں احتیاط پر مبنی ہے:

۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: نماز پڑھئے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے۔ (سورۃ الکوثر: ۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم (امر) دیا ہے، عربی زبان میں امر (حکم) کا صیغہ عموماً وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔

۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد ۲/ ۳۲۱ ابن ماجہ۔ باب الاضاحی واجبہ ھی ام لا؟) عصر قدیم سے عصر حاضر تک کے جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر سخت وعید کا اعلان کیا ہے اور اس طرح کی وعید عموماً ترک واجب پر ہی ہوتی ہے۔

۳) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز عید سے

قبل قربانی کرلی تو اسے اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ قربانی نماز عیدالاضحیٰ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کرنی چاہئے۔ (بخاری۔ کتاب الاضاحی۔ باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد، مسلم۔ کتاب الاضاحی۔ باب وقتہا) اگر قربانی واجب نہیں ہوتی تو حضور اکرم ﷺ نماز عیدالاضحیٰ سے قبل قربانی کرنے کی صورت میں دوسری قربانی کرنے کا حکم نہیں دیتے، باوجودیکہ اُس زمانہ میں عام حضرات کے پاس مال کی فراوانی نہیں تھی۔

۴) نبی اکرم ﷺ نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے پر قربانی کرنا ضروری ہے۔ (مسند احمد ۴/۲۱۵، ابوداود ۔باب ماجاء فی ایجاب الاضاحی، ترمذی۔ باب الاضاحی واجبۃ ہی ام لا)

۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔ (ترمذی ۱/۱۸۲) مدینہ منورہ کے قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ سے ایک سال بھی قربانی نہ کرنے کا کوئی ثبوت احادیث میں نہیں ملتا، اس کے برخلاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ ﷺ نے ہر

سال قربانی کی، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وارد ہے۔

## میت کی جانب سے قربانی

اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، لیکن جمہور علماء امت نے مندرجہ ذیل دلائل شرعیہ کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ میت کی جانب سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔

۱) نبی اکرم ﷺ اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۹/ ۲۶۸) اس قربانی کو آپ ﷺ زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کا کوئی قول حتی کہ کسی صحابی کا قول کتب حدیث میں موجود ہے کہ قربانی صرف زندہ افراد کی طرف سے کی جاسکتی ہے۔ نیز قربانی کرنا صدقہ کی ایک قسم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں صدقہ میت کی طرف سے باتفاق امت کیا جاسکتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے کہا کہ میت کی جانب سے قربانی کرنا افضل ہے اور میت کی جانب سے قربانی زندہ شخص کی قربانی کی طرح کی جائے گی۔ (مجموع الفتاوی ۲۶/ ۳۰۶)

۲) حدیث میں ہے کہ چوتھے خلیفہ اور حضور اکرم ﷺ کے

داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ دو قربانیاں کیا کرتے تھے، ایک نبی اکرم ﷺ کی جانب سے جبکہ دوسری اپنی طرف سے۔ جب ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی ہے اور اسی لئے میں آپ ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ (ترمذی۔ کتاب الاضاحی عن رسول اللہ ﷺ۔ باب ما جاء فی الاضحیہ عن المیت، ابوداود۔ کتاب الضحایا۔ باب الاضحیہ عن المیت) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس سلسلہ میں علماء امت کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے میت کی جانب سے قربانی کی اجازت دی ہے جبکہ دوسری جماعت نے اختلاف کیا ہے۔ غرضیکہ حدیث کی معروف کتب تحریر کئے جانے سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ نیز علماء احناف اور جن علماء نے ان احادیث کو قابل عمل تسلیم کیا ہے، میت کی جانب سے قربانی کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور یہی قول زیادہ مستند وقوی ہے کیونکہ میت کی جانب سے قربانی کرنا ایک صدقہ ہے اور حج وعمرہ بدل نیز میت کی جانب سے صدقہ کی طرح میت کی جانب سے قربانی بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ ہمارے پاس قرآن وحدیث میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس

کی بنیاد پر کہا جائے کہ دیگر اعمال تو میت کی جانب سے کئے جاسکتے ہیں لیکن قربانی میت کی جانب سے نہیں کی جاسکتی ہے۔

میت کی جانب سے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں: اگر میت نے وصیت کی تھی اور قربانی میت کے مال سے کی جارہی ہے تو اس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے، گوشت مالداروں کے لئے کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر میت نے قربانی کرنے کی کوئی وصیت نہیں کی بلکہ ورثاء اور رشتہ داروں نے اپنی خوشی سے میت کے لئے قربانی کی ہے (جیسا کہ عموماً عیدالاضحیٰ کے موقعہ ہم اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے قربانی کرتے ہیں) تو اس کا گوشت مالدار اور غریب سب کھاسکتے ہیں۔ تمام گوشت صدقہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ جس قدر چاہیں غریبوں کو دے دیں اور جس قدر چاہیں خود استعمال کرلیں یا رشتہ داروں کو تقسیم کردیں۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی مستند کتاب (ردالمختار ج ۹ ص ۴۸۴) میں تحریر ہے جو ملک شام کے مشہور حنفی عالم علامہ ابن عابدینؒ نے تحریر فرمائی ہے۔

## ایک شبہ کا ازالہ

یہ کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اپنی بیویوں یا اولاد کے

انتقال کے بعد ان کی جانب سے قربانی کرنا ثابت نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے حج یا عمرہ بدل کرنا ثابت نہیں ہے، حالانکہ دیگر احادیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ حج وعمرہ بدل کے صحیح ہونے پر متفق ہے باوجویکہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے حج یا عمرہ ادا نہیں فرمایا۔ یقینا نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں یا اولاد کے انتقال کے بعد ان کی جانب سے الگ الگ قربانی نہیں کی لیکن آپ ﷺ اپنی جانب سے ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے، اور دوسری قربانی کے ثواب میں سب کو شامل فرمالیا کرتے تھے۔ نیز اس وقت اتنی فراوانی بھی نہیں تھی کہ میت میں سے ہر ہر فرد کی جانب سے الگ الگ قربانی کی جائے۔ غرضیکہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں خیر القرون سے آج تک فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت میت کی جانب سے قربانی کرنے پر متفق رہی ہے۔ اگر کوئی شخص انتقال شدہ اپنے رشتہ داروں کی جانب سے قربانی نہیں کرنا چاہتا ہے تو نہ کرے لیکن جو حضرات حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل اور صحابہ وتابعین وفقہاء وعلماء امت کے اقوال کی روشنی میں اپنا پیسہ خرچ کر کے قربانی کرنا چاہتے ہیں، ان کو منع کرنے کے

لئے قرآن وحدیث کی دلیل درکار ہے جو قیامت تک بھی پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

## دوسرے شبہ کا ازالہ

فرمان الٰہی ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ (سورہ النجم ۳۸۔ ۳۹) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: انسان کے انتقال کے بعد اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین عمل: صدقۂ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک لڑکے کی دعا جو وہ اپنے والد کے لئے کرے۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ) یہاں مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا یا سزا پائے گا۔ لیکن باپ یا بیوی یا کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے یا ان کی طرف سے حج یا عمرہ بدل کرتا ہے یا قربانی کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی تلاوت کرکے اس کا ثواب میت کو پہونچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس عمل کو قبول فرماکر میت کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا ان شاء اللہ۔ کیونکہ اگر یہاں عموم مراد لیا جائے تو پھر ایصال

ثواب، قربانی اور حج بدل وغیرہ کرنا سب ناجائز ہوجائیں گے، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار حتی کہ نمازِ جنازہ بھی بے معنی ہوجائے گی، کیونکہ یہ اعمال بھی اُس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جارہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات میں اس طرح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز فجر اور عصر کی پابندی کرلی تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ (بخاری، مسلم) اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم صرف ان دو وقت کی نماز کی پابندی کرلیں، باقی جو چاہیں کریں، ہمارا جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ان دو نمازوں کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے کیونکہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ ضرور دیگر نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، اور نمازوں کا واقعی اہتمام کرنے والا دیگر ارکان کی ادائیگی کرنے والا بھی ہوگا، ان شاء اللہ۔ اسی طرح اس حدیث میں ان تین اعمال کی خاص اہمیت بتلائی گئی ہے۔

# موجودہ حالات میں قربانی ایک اہم مسئلے کی وضاحت

عبدالرشید طلحہ نعمانی

ان دنوں سوشل میڈیا سمیت الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر جو مسئلہ بحث کا موضوع بنا ہوا ہے وہ قربانی کے بدلے اس کی قیمت صدقہ کرنے سے متعلق ہے۔ دراصل اس حوالے سے جنوبی ہند کی ایک معروف دینی درس گاہ سے جاری ہونے والے فتوے کو غلط عنوان دے کر میڈیا پر وائرل کیا گیا ہے؛ جس کے بعد سے عوام الناس کی ایک بڑی تعداد مختلف الجھنوں کا شکار اور مسلسل تشویش سے دوچار ہے، کوئی سوال کر رہا ہے کہ کیا اس سال فریضۂ قربانی سرے سے ادا نہیں کیا جائے گا؟ کسی کا پوچھنا ہے کہ کیا قربانی کے بدلے صدقات وخیرات کے ذریعہ واجب ذمہ داری سے سبک دوشی ہو جائے گی؟ کوئی دریافت کر رہا ہے کہ کیا عیدالاضحیٰ سے پہلے ہی ایک بکرے یا حصے کی قیمت صدقہ کر دینا کافی ہے؟ وغیرہ۔ اس حوالے سے قرآن وحدیث کی روشنی میں چند ضروری باتیں پیش خدمت ہیں:

## مقصودِ قربانی

اللہ تعالیٰ جوتمام مخلوقات کا خالقِ برحق ہے اس نے روزِ اول سے آج تک عبادت کی ایک شکل جانور کی قربانی رکھی ہے۔ قربانی کا مقصد یہ ہے کہ بندۂ مومن صرف اور صرف خداوند عالم وحدہ لاشریک لہ کے سامنے سرِتسلیم خم کردے اور جو کچھ وہ حکم کرے بے چون و چرا کرگزرے۔ قرآن مجید میں قربانی کے لیے تین لفظ استعمال ہوئے ہیں: ایک نسک، دوسرا نحر اور تیسرا قربان۔

نسک: یہ لفظ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کہیں عبادت، کہیں اطاعت اور کہیں قربانی کے لئے جیسے سورہ حج کی آیت 34 میں فرمایا: ''اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کردی ہے''۔ یہاں یہ لفظ جانور کی قربانی کے لیے ہی آیا ہے؛ کیونکہ اس کے فوراً بعد **من بهيمة الانعام** کا لفظ ہے یعنی ان چوپایوں پر اللہ کا نام لے کر قربانی کریں جو اللہ نے ان کو عطاء کیے۔ دوسرا لفظ قربانی کے لیے قران مجید میں نحر کا آیا ہے جو سورۃ الکوثر میں ہے: ''یعنی اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں''۔ اور قربان کا لفظ قرآن مجید میں سورہ مائدہ کی 27 ویں آیت میں آیا ہے

جہاں حضرت آدمؑ کے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل کے واقعہ کا ذکر ہے۔ ”یعنی آپ ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنائیں! جب دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی“۔ قرآن حکیم کے مطابق کسی حلال جانور کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کرنا حضرت آدمؑ ہی کے زمانے سے شروع ہوا، اور پہلے انبیاء کے دور میں قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی پہچان یہ تھی کہ جس قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے تو ایک آگ آسمان سے آتی اور اس کو جلا دیتی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں مقیم یہودیوں کو ایمان لانے کی دعوت دی تو سورہ آل عمران کی آیت 183 کے مطابق انہوں نے کہا: ”یعنی اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ طے کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھالے“۔ حالانکہ یہ یہود کی انتہائی غلط بیانی تھی؛ لیکن امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص انعام ہے کہ قربانی کا گوشت اس کے لئے حلال کر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ وضاحت فرما دی گئی کہ قربانی کا مقصد اور اس کا فلسفہ گوشت کھانا نہیں؛ بلکہ ایک حکم شرعی کی تعمیل اور سنت ابراہیمیؑ پر عمل کرتے ہوئے ایک جان کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ابراہیم خلیل اللہؑ کے اس عمل کو پسند فرما کر قیامت تک ان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے قربانی کو ہر صاحب استطاعت پر واجب کر دیا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ، تمام صحابہؓ اور پوری دنیا کے مسلمان ہر خطے اور ملک میں بلا انقطاع اس سنت پر عمل کرتے رہے؛ جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا، ان شاء اللہ۔ قربانی کو شعائر اسلام میں شمار کیا گیا ہے، سورۂ حج کی آیت 36 میں فرمایا: ''قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے شعائر اللہ یعنی اللہ کی عظمت کا نشان بنایا ہے، اس میں تمہارے لئے خیر ہے''۔ قربانی کے اس عمل کے نتیجہ میں فائدہ یہ ہوگا کہ خدا کی رحمتیں وسیع تر ہوں گی، نیکی اور احسان کی صفات پیدا ہوں گی اور مغفرت الٰہی نصیب ہوگی۔

## قربانی کے بدلے صدقہ کرنا؟

یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اگر کسی صاحب استطاعت شخص سے کسی غفلت یا عذر کی بناء پر قربانی کرنا رہ جائے، یعنی وہ ان دنوں بناء بر عذرِ شرعی قربانی نہ کر سکے تو ان دنوں (10/ 11/ 12 ذی الحجہ) کے گزر جانے کے بعد قربانی کی قیمت فقراء

ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے' اور اگر قربانی کے لیے جانور خرید لیا ہو اور بلا عذر رہ گیا ہو تو ایام اضحیہ کے بعد اس جانور کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ یاد رہے قربانی کے مخصوص تینوں ایام میں یا ان سے پہلے قیمت صدقہ کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی؛ بلکہ ان دنوں جانور ہی ذبح کرنا ہوگا۔ قربانی کے بدلے صدقہ دینے کو علماء نے تحریف فی الدین قرار دیا ہے اور اسکو دین کے انہدام کے مترادف بتلایا ہے (دلائل وجوب قربانی۔ ص ۸۹) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ان دنوں میں اہتمام کے ساتھ قربانی کا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر قربانی کرتے رہے۔'' (جامع ترمذی، رقم الحدیث: 1507) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے افضل نہیں۔ (طبرانی، المعجم الکبیر، رقم: 1493) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قربانی کے جانور کا) خون

بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔(جامع ترمذی، رقم:1493) نبی پاک ﷺ کے صریح قول وعمل کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس عظیم حکم کو ہمیشہ قائم ودائم رکھنا، اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی کا کوئی بدل نہیں ہے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی ضروری ہے۔

اب آئیے اس حوالے سے شارحین حدیث کی تشریحات بھی ملاحظہ کرتے چلیں! شارح مشکوۃ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ ''بعض فقہاء کے نزدیک قربانی واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنتِ موکدہ؛ لیکن بہرصورت اس دن میں قربانی کرنا یعنی: خون بہانا متعین ہے، اس عمل کو چھوڑ کر جانور کی قیمت صدقہ کر دینا کافی نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ صدقہ کرنے میں شعائرِ اسلام میں سے ایک بہت بڑے شعار کا ترک لازم آتا ہے؛ چنانچہ! اہل ثروت پر قربانی کرنا ہی لازم ہے۔'' (مرقاۃ المفاتیح) اسی طرح شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ صحیح احادیثِ مشہورہ کی بنا پر شوافع کے نزدیک ان دنوں میں قربانی کرنا ہی افضل ہے، نہ کہ صدقہ کرنا؛ اس لیے کہ اس دن قربانی کرنا شعارِ اسلام ہے، یہی مسلک سلفِ صالحین کا ہے۔ (المجموع شرح المهذب: ۸/ ۵۲۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: ''قربانی کے ایام میں بہ نسبت صدقہ کرنے کے قربانی کرنا افضل ہے''، نیز امام ابو داوٗد، امام ربیعہ اور ابو الزناد رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۱۱/ ۹۶)

## سادگی اپنوں کی دیکھ!

بھلا ہو ان عاقبت نااندیشوں کا جنہوں نے وبا کے اس نازک موقع پر غیر ضروری پیش قدمی کرتے ہوئے آبیل مجھے مار کے بہ مصداق قربانی کے بجائے صدقہ کرنے کے مسئلے کو میڈیا پر اچھال دیا؛ جس سے سیاسی طبقہ یا تو بالکل نا آشنا تھا یا اسے مسئلے کی نوعیت کا مکمل ادراک نہیں تھا۔ جوں ہی یہ فتوی منظر عام پر آیا، ٹی وی ڈیبیٹ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور روشن خیال متفکرین کو اپنی فکر نارسا آزمانے کا بہترین میدان ہاتھ آ گیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب شریعت مطہرہ میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ افضلیت کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ تین دن تک قربانی کی جا سکتی ہے، قربانی میں چھوٹے جانور کے علاوہ بڑے جانور میں حصہ لیا جا سکتا ہے، قربانی کا پورا گوشت غرباء و مساکین میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اپنے مقام کے علاوہ دوسرے مقام

پر بھی قربانی دی جاسکتی ہے، وغیرہ۔تو پھر ان گنجائشوں سے ہمیں پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہیے( بالخصوص موجوہ حالات میں ) اور ایسا ماحول نہیں بنانا چاہیے جو مستقبل کے لیے خطرے کا باعث ہو اور اسلام دشمن عناصر بعد میں چل کر اس سے ناجائز استدلال کریں۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ حالات بہت خراب ہیں، وائرس تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے، شرح اموات میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے؛ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ دیگر بڑے بازاروں کی طرح حکومتِ وقت شہر سے باہر جانوروں کی منڈی قائم کرنے اور سماجی فاصلے کے ساتھ جانوروں کو فروخت کرنے کی اجازت دے اور ہم حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے گھر کے ایک آدھ ذمہ دار کو جانور خریدنے کی ذمہ داری دے دیں جو انتخاب و سلیکشن میں غیر ضروری دوڑ دھوپ کرنے کے بجائے کم سے کم وقت میں خریداری سے فارغ ہوجائے۔اور علماء کرام و ملی تنظیموں کی جانب سے یہ اعلان کردیا جائے کہ امسال حالات کے پیش نظر مسلمان صرف اپنی واجب قربانی ادا کریں، نفل قربانی کے بجائے اس کی رقم مستحق افراد میں تقسیم کردیں نیز رشتے داروں میں گوشت کی تقسیم بھی امر واجب نہیں؛ لہذا اس سے بھی احتیاط کریں۔ وغیرہ

اگر منظم انداز میں باہمی مشورے کے ساتھ ہر شہر و ضلع میں اصحاب علم اور ارباب سیاست مل کر سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کریں تو اور بھی بہت سی راہیں نکل سکتی ہیں اور مسلمان بہ سہولت اپنا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔

## اغراض و مقاصد تحفّظِ شریعت ٹرسٹ

کتاب و سُنّت کی تعلیمات کا فروغ

اِسلام کے عائلی قوانین کی حِفاظت

سلف صالحین کا عادِلانہ دفاع

فرق ضالہ کا سنجیدہ تعاقب

علمی و تحقیقی مواد کی ترتیب و اشاعت


تحفّظِ شریعت ٹرسٹ

TAHAFFUZ-E-SHAREEAT TRUST

+91 8686649169, +91 91335 62213

17-2-790/A/1, Phool Bagh, Rein Bazaar, Hyderabad, Telangana 500023

+91 8686649169

Tahaffuzeshareeat


aqcds